

باب (۱۱)

اسراء و معراج

(۲)

معراج کا ایک اور رخ | اس سلسلہ بیان میں معراج کا ایک اور رخ بھی قارئین کے سامنے پیش کر دینا مناسب ہوگا جس سے اُن بہت سے سوالوں کا جواب مل جائے گا جو معراج کی کیفیات کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

جبریلؑ سے حضورؐ کی پہلی ملاقات زمین پر | قرآن مجید، سورہ نجم میں پہلے جبریل علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ وہ اپنی اصلی صورت میں پہلی مرتبہ اُفق پر نظر آئے اور پھر قریب قریب ہوتے ہوتے اس قدر قریب ہو گئے کہ آپ کے اور ان کے درمیان دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور اُس وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پہنچائی۔ یہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا سَأَى
أَفْتَمَرْتَهُ عَلَىٰ مَا بَدَىٰ
نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ
ٹلایا۔ اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑتے ہو
جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟
(الجم - ۱۱-۱۲)

یعنی یہ مشاہدہ جو دل کی روشنی میں اور پوری بیداری کی حالت میں کھلی آنکھوں سے محو صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، اس پر اُن کے دل نے یہ نہیں کہا کہ یہ نظر کا دھوکا ہے، یا یہ کوئی جن یا شیطان ہے جو مجھے نظر آ رہا ہے، یا میرے سامنے کوئی خیالی صورت آگئی ہے اور میں جاگتے ہیں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، بلکہ ان کے دل نے ٹھیک ٹھیک وہی کچھ سمجھا جو اُن کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ اُنہیں اس امر میں کوئی شک لاحق نہیں ہوا کہ فی الواقع یہ جبریلؑ ہیں اور جو پیغام یہ پہنچا رہے ہیں وہ واقعی خدا کی طرف سے وحی ہے۔

ایسے غیر معمولی مشاہدات پر حضور کے اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ بات کیا ہے جس کی وجہ سے کسی شک میں مبتلا نہ ہونے کے وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عجیب اور غیر معمولی مشاہدے کے بارے میں قطعاً کوئی شک لاحق نہ ہوا اور آپ نے پورے یقین کے ساتھ جان لیا کہ آپ کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں وہ واقعی حقیقت ہے، کوئی خیالی ہیولی نہیں ہے، اور کوئی جن یا شیطان بھی نہیں ہے؟ اس سوال پر جب ہم غور کرتے ہیں تو اس کے پانچ وجوہ ہماری سمجھ میں آتے ہیں:

ایک یہ کہ وہ خارجی حالات جن میں مشاہدہ ہوا تھا، اُس کی صحت کا یقین دلانے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشاہدہ اندھیرے میں، یا مراقبہ کی حالت میں، یا خواب میں، یا نیم بیداری کی حالت میں نہیں ہوا تھا، بلکہ صبح روشن طلوع ہو چکی تھی، آپ پوری طرح بیدار تھے، کھلے فضا میں اور دن کی پوری روشنی میں اپنی آنکھوں سے یہ منظر ٹھیک اسی طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کوئی شخص دُنیا کے دوسرے مناظر دیکھتا ہے۔ اس میں اگر شک کی گنجائش ہو تو ہم دن کے وقت دریا، پہاڑ، آدمی، مکان، غرض جو کچھ بھی دیکھتے ہیں وہ سب بھی پھر مشکوک اور محض نظر کا دھوکا ہی ہو سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ کی اپنی داخلی حالت بھی اُس کی صحت کا یقین دلانے والی تھی۔ آپ پوری طرح اپنے ہوش و حواس میں تھے۔ پہلے سے آپ کے ذہن میں اس طرح کا سرے سے کوئی خیال نہ تھا کہ آپ کو ایسا کوئی مشاہدہ ہونا چاہیے یا ہونے والا ہے۔ ذہن اس فکر اور اس کی تلاش سے بالکل خالی تھا۔ اور اس حالت میں اچانک آپ کو اس معاملہ سے سابقہ پیش آیا۔ اس پر یہ شک کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ آنکھیں کسی حقیقی منظر کو نہیں دیکھ رہی ہیں بلکہ ایک خیالی ہیولی سامنے آ گیا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو ہستی ان حالات میں آپ کے سامنے آئی تھی وہ ایسی عظیم، ایسی شاندار، ایسی حسین اور اس قدر منور تھی کہ نہ آپ کے وہم و خیال میں کبھی اس سے پہلے ایسی ہستی کا تصور آیا تھا جس کی وجہ سے آپ کو گمان ہوتا کہ وہ آپ کے اپنے خیال کی آفریدہ ہے، اور نہ کوئی جن یا شیطان اس شان کا ہو سکتا ہے کہ آپ اُسے فرشتے کے سوا کچھ اور سمجھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”میں نے جبریل کو اس صورت میں دیکھا کہ اُن کے چھ سو بازو تھے“ (مسند احمد)۔ ایک دوسری روایت میں ابن مسعود مزید تشریح کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کا ایک ایک بازو اتنا عظیم تھا کہ اُفق پر چھایا ہو نظر آتا تھا (مسند احمد)۔ اللہ تعالیٰ خود اُن کی شان کو شَدِيدُ الْقُوَى (زبردست قوت والا) اور

ذُو حِرَّةٍ (نہایت حسین اور شاندار) کے الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

چوتھے یہ کہ جو تعلیم وہ ہستی دے رہی تھی وہ بھی اس مشاہدے کی صحت کا اطمینان دلانے والی تھی۔ اُس کے ذریعے سے اچانک جو علم اور تمام کائنات کے حقائق پر حاوی علم آپ کو ملا اُس کا تصور پہلے سے آپ کے ذہن میں نہ تھا کہ آپ اُس پر یہ شبہ کرتے کہ یہ میرے ہی خیالات میں جو مرتب ہو کر میرے سامنے آگئے ہیں۔ اسی طرح اُس علم پر یہ شک کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہ تھی کہ شیطان اس شکل میں آکر آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ کیونکہ شیطان کا یہ کام آخر تک ہو سکتا ہے اور کب اُس نے یہ کام کیا ہے کہ انسان کو شرک و بت پرستی کے خلاف توحیدِ خالص کی تعلیم دے؟ آخرت کی باز پرس سے خبردار کرے؟ جاہلیت اور اس کے طور طریقوں سے بیزار کرے؟ فضائلِ اخلاقی کی طرف دعوت دے؟ اور ایک شخص سے یہ کہے کہ نہ صرف تو خود اس تعلیم کو قبول کر بلکہ ساری دنیا سے شرک اور ظلم اور فسق و فجور کو مٹانے اور ان برائیوں کی جگہ توحید اور عدل اور تقویٰ کی جھلکیاں قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو؟

پانچویں اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو اپنی نبوت کے لیے چُن لیتا ہے تو اُس کے دل کو شکوک و شبہات اور وساوس سے پاک کر کے یقین و اذعان سے بھر دیتا ہے۔ اس حالت میں اُس کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں، اور اس کے کان جو کچھ سنتے ہیں، اس کی صحت کے متعلق کوئی ادنیٰ سا تردد بھی اس کے ذہن میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ پورے شرح صدر کے ساتھ ہر اُس حقیقت کو قبول کر لیتا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر منکشف کی جاتی ہے، خواہ وہ کسی مشاہدے کی شکل میں ہو جو اسے آنکھوں سے دکھایا جائے، یا الہامی علم کی شکل میں ہو جو اُس کے دل میں ڈالا جائے، یا پیغامِ وحی کی شکل میں ہو جو اس کو لفظ بلفظ سنا یا جائے۔ ان تمام صورتوں میں پیغمبر کو اس امر کا پورا شعور ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کی شیطانی مداخلت سے قطعی محفوظ و مامون ہے اور جو کچھ بھی اُس تک کسی شکل میں پہنچ رہا ہے وہ ٹھیک ٹھیک اُس کے رب کی طرف سے ہے۔ تمام خدا داد احساسات کی طرح پیغمبر کا شعور و احساس بھی ایک ایسی یقینی چیز ہے جس میں غلط فہمی کا کوئی امکان نہیں۔ جس طرح مچھلی کو اپنے تیراک ہونے کا، پرندے کو اپنے پرندہ ہونے کا، اور انسان کو اپنے انسان ہونے کا احساس بالکل خدا داد ہوتا ہے اور اس میں غلط فہمی کا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح پیغمبر کو اپنے پیغمبر ہونے کا احساس بھی خدا داد ہوتا ہے، اس کے دل میں کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی یہ دوسو سو نہیں آتا کہ شاید اُسے پیغمبر ہونے کا غلط فہمی لاحق

ہو گئی ہے۔

جبریلؑ اسے دوسری ملاقات سیدۃ المنتہیٰ پر | اس کے بعد اسی سورت میں ارشاد ہوتا ہے :

وَلَقَدْ سَأَاہُ نَزَّلَتْ اُخْرَاۤیَ عِنْدَ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی . عِنْدَهَا
جَنَّةُ الْمَاوٰی - اِذْ یُعْشٰی السِّدْرَةَ
مَا یُعْشٰی . مَا سَاعَ الْبَصْرَ وَمَا
طَغٰی . لَقَدْ سَأَاۤی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ
الْکُبْرٰی - (النجم - آیات ۱۲ تا ۱۸)

اور ایک مرتبہ پھر اُس نے سیدۃ المنتہیٰ کے پاس
اُس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اُس
وقت سیدہ پر چھرا رہنما جو کچھ چھرا رہنما
نکاح نہ چُنڈھیا ئی نہ حد سے متجاوز ہوئی۔
اور اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی
نشانیاں دیکھیں۔

یہ جبریل علیہ السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ملاقات کا ذکر ہے جس میں وہ آپ کے سامنے
اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوئے۔ اس ملاقات کا مقام ”سیدۃ المنتہیٰ“ بتایا گیا ہے اور ساتھ
ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کے قریب ”جنت الماویٰ“ واقع ہے۔

سیدۃ المنتہیٰ | سیدہ عوفیٰ زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور منتہیٰ کے معنی ہیں آخری سرا۔
”سیدۃ المنتہیٰ“ کے لغوی معنی ہیں ”وہ بیری کا درخت جو آخری یا انتہائی سرے پر واقع ہے۔“ علامہ آلوسی
نے رُوح المعانی میں اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ایسا پنتھی علیہ کل عالم وما دس اءھا لایعلمہ
الا اللہ۔ اس پر ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے، آگے جو کچھ ہے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
قریب قریب یہی تشریح ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، اور ابن اثیر نے التہایہ فی تفسیر الحدیث والاکثرہ میں
کی ہے۔ ہمارے لیے یہ جاننا مشکل ہے کہ اس عالم ماقومی کی آخری سرحد پر وہ بیری کا درخت کیسا
ہے اور اس کی حقیقی نوعیت و کیفیت کیا ہے۔ یہ کائنات خداوندی کے وہ اسرار ہیں جن تک ہمارے
فہم کی رسائی نہیں ہے۔ بہر حال وہ کوئی ایسی ہی چیز ہے جس کے لیے انسانی زبان کے الفاظ میں ”سیدہ“
سے زیادہ موثر و لفظ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی نہ مختار

جنت الماویٰ | جنت الماویٰ کے لغوی معنی ہیں ”وہ جنت جو قیام گاہ بنے“ حضرت حسنؑ بیری کہتے ہیں کہ
یہ وہی جنت ہے جو آخرت میں اہل ایمان و تقویٰ کو ملنے والی ہے، اور اسی آیت سے انہوں نے استدلال
کیا ہے کہ وہ جنت آسمان میں ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جس میں شہداء کی ارواح رکھی جاتی

ہیں۔ اس سے مراد وہ جنت نہیں ہے جو آخرت میں ملنے والی ہے۔ ابن عباسؓ نے بھی یہی کہتے ہیں اور اس پر وہ یہ اضافہ کرتے ہیں ہیں کہ آخرت میں جو جنت اہل ایمان کو دی جائے گی وہ آسمان میں نہیں ہے بلکہ اُس کی جگہ ہی زمین ہے۔

سُدرہ پرتجلیاتِ خداوندی اور یہ ارشاد کہ ”اُس وقت سُدرہ پریچھا رہا تھا جو کچھ چھارہا تھا“ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی شان اور اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ وہ ایسی تجلیات تھیں کہ نہ انسان ان کا تصور کر سکتا ہے اور نہ کوئی انسانی زبان اس کے وصف کی تحمل ہے۔

حضورؐ کا کمالِ منبسط و متحمل | پھر حضورؐ کی تعریف میں فرمایا گیا کہ نہ آپ کی نگاہ ان تجلیات کو دیکھ کر چھڑھیا تی، نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ یعنی ایک طرف تو آپ کے کمالِ تحمل کا حال یہ تھا کہ ایسی زبردست تجلیات کے سامنے بھی آپ کی نگاہ میں کوئی چمکا چوند پیدا نہ ہوئی اور آپ پورے سکون کے ساتھ ان کو دیکھتے رہے۔ دوسری طرف آپ کے منبسط اور یکسوئی کا کمال یہ تھا کہ جس مقصد کے لیے آپ کو بلایا گیا تھا اسی پر آپ اپنے ذہن اور اپنی نگاہ کو مرکوز کیے رہے اور جو حیرت انگیز مناظر وہاں تھے ان کو دیکھنے کے لیے آپ نے ایک تماشائی کی طرح ہر طرف نگاہیں دوڑانی نہ شروع کر دیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک عظیم و جلیل بادشاہ کے دربار میں حاضری کا موقع ملتا ہے اور وہاں وہ کچھ شان و شوکت اس کے سامنے آتی ہے کہ جو اُس کی چشمِ تصور نے بھی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اب اگر وہ شخص کم ظرف ہو تو وہاں پہنچ کر جھونچکا رہ جائے گا، اور اگر آدابِ حضورؐ سے نا آشنا ہو تو مقامِ شاہی سے غافل ہو کر دربار کی سجاوٹ کا نظارہ کرنے کے لیے ہر طرف مُڑ مُڑا کر دیکھنے لگے گا۔ لیکن ایک عالی ظرف، ادب آشنا اور فرض شناس آدمی نہ تو وہاں پہنچ کر مبہوت ہوگا اور نہ دربار کا تماشا دیکھنے میں مشغول ہو جائے گا، بلکہ وہ پورے وقار کے ساتھ حاضر ہوگا اور اپنی ساری توجہ اُس مقصد پر مرکوز رکھے گا جس کے لیے دربار شاہی میں اس کو طلب کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوبی ہے جس کی تعریف اس آیت میں کی گئی ہے۔ کیا حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا؟ | آخری آیت میں فرمایا کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانی دیکھیں۔ یہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ اُس کی عظیم الشان آیات (نشانیوں) کو دیکھا تھا، اور چونکہ سیاق و سباق کی رو سے یہ دوسری ملاقات بھی اسی ہستی سے ہوئی تھی جس سے پہلی ملاقات ہوئی، اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اُفقِ اعلا پر جس کو آپ

نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا، اور جو قریب آتے آتے بس دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر آ گیا تھا، وہ بھی اٹھنے تھا، اور دوسری مرتبہ سُدْرۃ المنتہی کے پاس جس کو دیکھا وہ بھی اٹھنے تھا۔ اگر آپ نے ان مواقع میں سے کسی موقع پر بھی اٹھ جانا تو یہ بات بھی کہ یہاں ضرور اُس کی تصریح کر دی جاتی۔ حضرت موسیٰ کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی اور انہیں جواب دیا گیا تھا کہ لَنْ تَرَانِي "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے" (الاعراف ۱۴۳)۔ اب یہ بظاہر ہے کہ اگر یہ شرف، جو حضرت موسیٰ کو عطا نہیں کیا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا جاتا، تو اس کی اہمیت خود ایسی تھی کہ اُسے صاف الفاظ میں بیان کر دیا جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا تھا، بلکہ واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے سورہ بنی اسرائیل میں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہم اپنے بندے کو اس لیے لے گئے تھے کہ "اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں لَنْزِيَةً مِنْ اٰيٰتِنَا"، اور یہاں سُدْرۃ المنتہی پر حاضری کے سلسلے میں بھی یہ فرمایا گیا ہے کہ "اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں (لَقَدْ سَاى مِنْ اٰيٰتِ سَابِقِ الْكُتُبِ)۔"

ان وجوہ سے بظاہر اس بحث کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مواقع پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا جبریل علیہ السلام کو؟ لیکن جس وجہ سے یہ بحث پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ اس مسئلے پر احادیث کی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم ترتیب وار ان احادیث کو درج کرتے ہیں جو اس سلسلے میں مختلف صحابہ سے منقول ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہ کی روایات | بخاری، کتاب التفسیر میں حضرت مسروق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا "اماں جان، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟" انہوں نے جواب دیا "تمہاری اس بات سے میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تم یہ کیسے بھول گئے کہ تین باتیں ایسی ہیں جن کا اگر کوئی شخص دعویٰ کرے تو جھوٹا دعویٰ کرے گا؟ (اُن میں سے پہلی بات حضرت عائشہ نے یہ فرمائی کہ) جو شخص تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر حضرت عائشہ نے یہ آیتیں پڑھیں، لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (نگاہیں اُس کو نہیں پاسکتیں)، اور وَمَا كَانَ لِيَشَہَ اَنْ يَّكَلِّمَهُ اللّٰهُ وَلَوْ اَوْحِيَ اَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ سُوْرًا فَيُوحِيْ بِاٰذَانِهِ مَا يَشَہَ (کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر یا تو وحی کے طور پر، یا پردے کے پیچھے سے،

یاد کر ایک فرشتہ بھیجا اور وہ اس پر اللہ کے اذن سے وحی کرے جو کچھ وہ چاہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا ”لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ اُن کی اصلی صورت میں دیکھا تھا۔“ اس حدیث کا ایک حصہ بخاری، کتاب التوحید، باب ۴ میں بھی ہے۔ اور کتاب بدء الخلق میں مسروق کی جو روایت امام بخاری نے نقل کی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی یہ بات سُن کر عرض کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا شَهِدَ نَبِيٌّ فَتَدَلَّى خَلْقَ قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ؟ اس پر انہوں نے فرمایا ”اس سے مراد جبریلؑ ہیں۔ وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انسانی شکل میں آیا کرتے تھے، مگر اس موقع پر وہ اپنی اصلی شکل میں آپ کے پاس آئے اور سارا اُنْفِق اُن سے بھر گیا۔“

مسلم کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتہیٰ میں حضرت عائشہؓ سے مسروق کی یہ گفتگو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس کا سب سے اہم حصہ یہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ”جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کرتا ہے۔“ مسروق کہتے ہیں کہ میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ یہ بات سُن کر میں اُٹھ بیٹھا اور میں نے عرض کیا ”ام المؤمنین، جلدی نہ فرمائیے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ سَأَلَهُ بِالْأُفْحِ الْمُبِينِ؟ اور لَقَدْ سَأَلَهُ نَزْلَةَ اٰحْسَٰی؟“ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اس اُمت میں سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے کو دریافت کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام، لَحَا اَرَاهُ عَلَىٰ صُوْرَتِهِ اَلَّتِي خَلَقَ عَلَيْهَا غَيْرَهَا تَيْنِ الْمَوْتِيْنَ، سَابِقَتَهُ مِنْهُ بَطْنُ السَّمَاءِ سَابِقًا عَظَم خَلْقَهُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ“۔ ”وہ تو جبریل علیہ السلام تھے۔ میں نے اُن کو اُن کی اُس اصلی صورت میں جس پر اللہ نے اُن کو پیدا کیا ہے، ان دو مواقع کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اُتتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ اُن کی عظیم ہستی زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی۔“ ابن مردُؤیہ نے مسروق کی اس روایت کو جن الفاظ میں نقل کیا ہے وہ یہ ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ”سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟“ حضورؐ نے جواب دیا نہیں، میں نے تو جبریلؑ کو آسمان سے اُتتے دیکھا تھا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات | بخاری، کتاب التفسیر، کتاب الایمان اور ترمذی، ابواب التفسیر

میں زید بن حبیش کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کی تفسیر یہ بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ریل علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا کہ اُن کے چہرہ سو بازو تھے۔ مسلم کی دوسری روایت میں مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ، اور لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ کی بھی یہی تفسیر زید بن حبیش نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کی ہے۔

مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر زید بن حبیش کے علاوہ عبدالرحمن بن یزید اور ابوالفضل کے واسطے سے بھی منقول ہوئی ہے۔ اور مزید برآں مسند احمد میں زید بن حبیش کی دو روایتیں اور نقل ہوئی ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود لَقَدْ رَأَىٰ نَزْلَةَ آحْمَسَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ آيَاتِ جَبْرِيلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عَلَيْهِ سِتْمَاثَةٌ جَنَاحٌ۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جب ریل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، اُن کے چہرہ سو بازو تھے۔“ اسی مضمون کی روایت امام احمد نے شقیق بن سلمہ سے نقل کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی زبان سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ میں نے جب ریل علیہ السلام کو اس صورت میں سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ پر دیکھا تھا۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت | حضرت ابوہریرہ سے عطار بن ابی رباح نے آیت لَقَدْ رَأَىٰ نَزْلَةَ أُخْرَىٰ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سَأَىٰ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ”حضور نے جب ریل علیہ السلام کو دیکھا تھا“ (مسلم کتاب الایمان)۔

حضرت ابوذر کی روایات | حضرت ابوذر غفاری سے عبداللہ بن شقیق کی دو روایتیں امام مسلم نے کتاب الایمان میں نقل کی ہیں۔ ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ”کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟“ حضور نے جواب دیا ”نُودِئْتُ بِهَا“۔ اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ میرے اس سوال کا جواب آپ نے یہ دیا کہ ”سَأَيْتُ فَوْسَأُ“۔ حضور کے پہلے ارشاد کا مطلب ابن القیم نے زَادَ الْمَعَادِینِ میں بیان کیا ہے کہ ”میرے اور رویتِ رب کے درمیان نور حاصل تھا“ اور دوسرے ارشاد کا مطلب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے اپنے رب کو نہیں بلکہ بس ایک نور دیکھا“۔

نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوذر کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے رب کو دل سے دیکھا تھا، آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت | حضرت ابو موسیٰ اشعری سے اہم مسلم کتاب الایمان میں یہ روایت لائے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ما انتھی البصر من خلقه - " اللہ تعالیٰ انہک اس کی مخلوق میں سے کسی کی نگاہ نہیں پہنچی۔"

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات | مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مَا تَدَّابَ الْقَوَادِدَ مَا سَأَىٰ اُورِدَ لَقَدْ سَأَىٰ نَزَلَتْ اُخْرَىٰ كَمَا مَطْلَبُ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا یہ روایت سننا صحیح میں بھی ہے۔

ابن مردؤیہ نے عطاء بن ابی رباح کے حوالہ سے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا تھا۔

انسائی میں حکومہ کی روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا اتعجبون ان تكون الخلة لا براھیمہ والکلام لموسیٰ والروية لمحمد؟ "کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے غلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے سرفرازی کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کا شرف بخشا؟ حاکم نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ترمذی میں شیبی کی روایت ہے کہ ابن عباس نے ایک مجلس میں فرمایا " اللہ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے دو مرتبہ کلام کیا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس کو دیکھا۔" ابن عباس کی اسی گفتگو کو سن کر مرسوق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے غصے اور ان سے پوچھا تھا "کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا " تم نے وہ بات کہی ہے جسے سن کر میرے تو روتے کھڑے ہو گئے۔" اس کے بعد حضرت عائشہ اور مرسوق کے درمیان وہ گفتگو ہوئی جسے ہم اوپر حضرت عائشہ کی روایت میں نقل کر گئے ہیں۔

ترمذی ہی میں دوسری روایت جو ابن عباس سے منقول ہوئی ہیں ان میں سے ایک میں وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ دوسری میں فرماتے ہیں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ اور تیسری میں ان کا ارشاد یہ ہے کہ آپؐ نے اللہ کو دل سے دیکھا تھا۔

مسند احمد میں ابن عباسؓ کی ایک روایت یہ ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 روایت ساری تبارک و تعالیٰ - " میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا " دوسری روایت میں وہ
 کہتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ساجی اللیلۃ فی احسن صورۃ ،
 احسبہ یعنی فی النوم - " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج میرا رب بہترین صورت میں میرے
 پاس آیا - میں سمجھتا ہوں کہ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ خواب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔
 طبرانی اور ابن مرقویہ نے ابن عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ، ایک مرتبہ آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ دل سے -

محمد بن کعب القرظی کی روایت | محمد بن کعب القرظی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض
 صحابہؓ نے پوچھا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے ؟ حضورؐ نے جواب دیا " میں نے اس کو دو مرتبہ اپنے
 دل سے دیکھا " (ابن ابی حاتم) - اس روایت کو ابن جریر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا
 " میں نے اُس کو آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے "۔

حضرت انسؓ کی روایت | حضرت انس بن مالک کی ایک روایت جو قصہ معراج کے سلسلے میں شریک بن عبداللہ
 کے حوالہ سے امام بخاری نے کتاب التوجید میں نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ آتے ہیں حتی جاء سداۃ
 المنتھی ودنی الجبار سب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی فاوحی
 اللہ فیما اوحی الیہ خمسین صلوٰۃ - یعنی جب آپ سداۃ المنتھی پر پہنچے تو اللہ رب العزت
 آپ کے قریب آیا اور آپ کے اوپر معلق ہو گیا یہاں تک کہ آپ کے اور اس کے درمیان بقدر دو کمان یا اس
 سے بھی کم فاصلہ رہ گیا ، پھر اللہ نے آپ پر جو امور وحی فرمائے ان میں سے ایک پچاس نمازوں کا حکم تھا۔
 لیکن علاوہ اُن اعتراضات کے جو اس روایت کی سند اور مضمون پر امام خطابی ، حافظ ابن حجر ، ابن خزیمہ
 اور حافظ عبدالحق صاحب الحجج بین الصحیحین نے کیے ہیں ، سب سے بڑا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا
 ہے کہ یہ صریح قرآن کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید دو الگ الگ روایتوں کا ذکر کرتا ہے جن میں
 سے ایک ابتداءً اُنق علیہ ہوئی تھی اور پھر اس میں دُنِی فِتْدَلِی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ
 اَدْنٰی کا معاملہ پیش آیا تھا ، اور دوسری سداۃ المنتھی کے پاس واقع ہوئی تھی - لیکن یہ روایت
 ان دونوں روایتوں کو غلط مطر کر کے ایک روایت بنا دیتی ہے ، اس لیے قرآن مجید سے مُتَعَارِض

ہونے کی بنا پر اس کو نو کسی طرح قبول ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اب رہیں وہ دوسری روایات جو ہم نے اوپر نقل کی ہیں، تو ان میں سب سے زیادہ وزنی روایتیں وہ ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہوئی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں نے بالاتفاق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ان دونوں مواقع پر آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، اور یہ روایات قرآن مجید کی تفسیرات اور اشارات سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں۔ مزید برآں ان کی تائید حضورؐ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوذر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے آپ سے نقل کیے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں ان میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے۔ کسی میں وہ دونوں روایتوں کو عینی کہتے ہیں، کسی میں دونوں کو قلبی قرار دیتے ہیں، کسی میں ایک کو عینی اور دوسری کو قلبی بتاتے ہیں، اور کسی میں عینی روایت کی صاف صاف نفی کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کوئی ارشاد نقل کر رہے ہوں۔ اور جہاں انہوں نے خود حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے، وہاں اہل توفیق قرآن مجید کی بیان کردہ ان دونوں روایتوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے، اور مزید برآں ان کی ایک روایت کی تشریح دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضورؐ نے کسی وقت بحالت بیداری نہیں بلکہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ اس لیے درحقیقت ان آیات کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح محمد بن کعب القرظی کی روایات بھی اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتی ہیں، لیکن ان میں ان صحابہ کرام کے ناموں کی کوئی تصریح نہیں ہے جنہوں نے حضورؐ سے یہ بات سنی۔ نیز ان میں سے ایک میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضورؐ نے عینی روایت کی صاف صاف نفی فرمادی تھی۔

(باقی)

تصحیح مزید

ترجمان القرآن کی گذشتہ اشاعت میں تفہیم القرآن، جلد ششم کی جس عبارت کی اصلاح کرنے کے لیے لکھا گیا تھا، غلطی سے اس میں صفحہ کا نمبر چھوٹ گیا۔ وہ عبارت جلد ششم کے صفحہ ۲۵۳، حاشیہ ایک سطر ۹ میں ہے۔